Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

R.M Razi: A Forgotten Poet and Writer of Hyderabad

Dr. Abdul Qudoos Hassan Rashid
Assistant professor/Incharge Chairman Department of Urdu, Government College University Hyderabad
abdul.qudoos@gcuh.edu.pk
Dr. Shafique Ahmed Shahani
Assistant Professor Department of Sindhi, Government College University Hyderabad
dr.shafiq.shahani@gcuh.edu.pk

ABSTRACT

One of the many theories of the origin of Urdu is the theory of Allama Syed Suleman Nadvi "Urdu in Sindh". Hyderabad has been the centre of the establishment of Pakistan, many poets and writers have emerged as a school of thought. Raza Muhammad Razi (1964-2018), commonly known as R.M Razi, is a forgotten poet and writer from Hyderabad (Sindh) school of thought. He was an enlightened and progressive person and poet. Along with being widely read, his temperament was also a characteristic of his nature. R.M Razi has composed Ghazals and poems as a poet. The progressive trend was dominant. The use of words and techniques was also the same as that found in progressive poets. In prose, he was the storyteller. He created children's literature. He has access to the English language. The benefit of this has come to light in the form of a translator from English to Urdu. In this direction, he has translated stories and translated them with such excellence that they seem to be creations. Razi launched two magazines "One-2" and "School Club" to fuel his passion. Although he published only a few issues, a glimpse of his editorial work can be seen in them. To fill the stomach of these magazines, his writings in poetry and prose are more prominent. It can be said about him that he was a born poet and writer who has been forgotten in mentions.

Keywords:R.M.Razi, Hyderabad, Sindh, Forgotten Poet, Progressive Translator, Children's,writern Magazine "One-2"- "School Club”.

تلخیص

اردو کی اصل کے متعلق جو نظریات ہیں، ان میں سے ایک نظریہ علامہ سید سلیمان ندوی کا نظریہ ہے "اردو سندھ میں"۔ قیام پاکستان سے پہلے اردو کا مرکز حیدرآباد رہا جہاں سے کئی شعرا و ادبا سامنے آئے۔ ان ہی میں سے ایک فراموش کردہ شاعر و ادیب رضا محمد رازی (1964-2018) المعروف آر۔ ایم رازی ہیں۔ وہ حیدرآباد (سندھ) کے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے روشن خیال اور ترقی پسند شاعر و ادیب تھے۔ انہوں نے بطور شاعر غزلیں اور نظمیں کہیں۔ ترقی پسند رجحان غالب تھا۔ الفاظ اور اسالیب کا استعمال بھی ترقی پسند شعرا جیسا تھا۔ نثر میں وہ کہانی نویس تھے۔ انہوں نے بچوں کا ادب بھی تخلیق کیا۔ انھیں انگریزی زبان تک رسائی حاصل تھی جس کا فائدہ انہیں مترجم کی حیثیت سے حاصل ہوا۔ انہوں نے انگریزی سے اردو میں کہانیاں ترجمہ کیں اور اس قدر خوبصورتی سے ترجمہ کیا کہ وہ تخلیق کا درجہ رکھتی ہیں۔ رازی نے شوقیہ طور پر دو رسائل "One-2" اور "School Club" جاری کیے۔ اگرچہ یہ رسائل صرف چند شمارے ہی شائع ہو سکے مگر ان میں ان کے ادبی رجحانات کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ ان رسائل کو بھرنے کے لیے ان کی شاعری اور نثر زیادہ نمایاں نظر آتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ پیدائشی شاعر و ادیب تھے مگر ذکر میں فراموش کر دیے گئے۔

کلیدی الفاظ: ر-م-رازی، حیدرآباد، سندھی، فراموش شاعر، ترقی پسند، مترجم، بچوں کے ادیب، رسالہ One-2، رسالہ School Club

ابتدائیہ

لفظ ''تحقیق'' حق سے ماخوذ ہے۔اس راستے کے ذریعے ایک جانب حضرت انسان کے مصائب ومسائل کم ہوتے ہیں دوسری جانب اسے راحت ووسائل میسر آتے ہیں زندگی سہل سے سہل تر ہوتی ہے تعمیر وترقی کے دَر وا ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دیگر شعبہ ہائے زندگی کی مانند زبان وادب میں بھی تحقیق کا سلسلہ جاری ہے۔زبان وادب پر تحقیق کے ذریعے ادبی تاریخ کی گمشدہ کڑی کو کڑی سے جوڑا جاتا ہے جس سے ادبی خلا پُر ہوتا ہے اور ادبی تاریخ مربوط ہوتی ہے۔اس عمل سے نا صرف زبان وادب کو فائدہ پہنچتا ہے بلکہ معاصر علوم کے ذریعے معاشرے میں بہتری آتی ہے۔اردو زبان وادب کے متعدد مراکز ہے انھی میں ایک مرکز حیدرآباد سندھ ہے جو دبستان ادب کا ایک جز ولاینفک ہے۔یہاں سے متعدد شعراو ادبا اور محققین ابھر کر سامنے آئے ہیں لیکن ان میں متعدد ایسے نام ہیں جو بوجہ منصۂ شہود پر نہیں آسکے ہیں خصوصاً قیام پاکستان کے بعد ایسے شاعروں اور ادیبوں کا تذکرہ محفوظ رہنا چاہیے تاکہ ماضی کو محفوظ اور مربوط ہوسکے۔ر۔م راضی بھی ایک ایسے ہی شاعر اور ادیب ہیں جن کا تذکرہ کسی تذکرے میں نہیں ہے۔[1] ''ر۔م رازی:

حیدرآباد کے فراموش شدہ شاعر وادیب'' اسی سلسلے کی کوشش ہے۔

آباء واجداد اور اہل خانہ

تقسیم ہند کے نتیجے میں پاکستان اور بھارت دونوں ملکوں میں آبادی کے بڑے پیمانے پر تبادلے ہوئے۔پاکستان میں حیدرآباد سندھ مہاجرین کی آبادی کا ایک بڑا مرکز ابھر کر سامنے آیا جس میں تقریباً بھارت کے تقریباً علاقوں سے آئے مہاجرین شامل تھے۔نور محمد کا خان جٹیات، لدھیانہ ہریانہ پنجاب سے ہجرت کر کے حیدرآباد میں آیا اور پھلیلی نہر کے دائیں جانب نو قائم شدہ بستی لیاقت کالونی میں مقیم ہوا۔لدھیانہ کے اس خاندان کا تعلق ''سُر اور سنگیت'' سے تھا اگرچہ معاشی لحاظ سے متوسط گھرانے کی تعریف پر بمشکل اترتا تھا۔البتہ موسیقی گھٹی میں پڑی تھی۔حیدرآباد میں اسی لگاؤ کے بیشتر افراد اور خاندان اسی بستی میں بستے ہیں۔موسیقی کے دلدادہ اس خاندان کے ایک نور محمد قریشی کے ہاں یکم جنوری ۱۹۶۴ء کو رضا محمد پیدا ہوا۔حلقہ احباب میں یہی رضا محمد ''ر۔م۔رازی'' کے نام سے معروف تھا۔

حالاتِ زندگی

رضا محمد خاندانی نام تھا۔ادبی ضرورت کے تحت ''ر۔م۔رازی'' کا قلمی نام اختیار کیا۔شاعری میں ''رازی'' بہ طور تخلص اپنایا۔پرائمری تعلیم بلدیہ اسکول کالی موری اور میٹرک انجمن ہائی اسکول سے کیا۔انٹرمیڈیٹ گورنمنٹ کالج حیدرآباد (اب گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی حیدرآباد) سے کیا۔بی اے گورنمنٹ سٹی کالج حیدرآباد کے ذریعے جامعۂ سندھ سے کیا۔ایم اے اردو کے لیے اولڈ کیمپس جامعۂ سندھ کے شعبۂ اردو میں داخلہ لیا لیکن آخری سمسٹر کی عدم تکمیل کے سبب ایم اے مکمل نہ کر سکے۔ٹائپنگ، اسٹینو ٹائپنگ / اسٹینوگرافر کا کورس ''قریشی ٹیوٹ'' کھوکھر محلّہ سے کیا۔دینی تعلیم میں ناظرہ قرآن پڑھا تھا۔انگریزی پر عبور تھا۔بقول پروفیسر شفیق الرحمٰن: ''صاحب مطالعہ تھا۔انگریزی بہت زبردست تھی۔والد سے لڑائی ہوتی تو دونوں انگریزی میں جھگڑتے تھے۔''[2] کرکٹ کے بے حد شوق رکھتے تھے۔کرکٹ ٹیم کے کپتان تھے اور اپنے چچا کے نام سے محبوب کلب بنایا ہوا تھا۔عملی زندگی کا آغاز مقامی کلینک میں ڈسپنسر کی حیثیت سے کیا۔جامعۂ سندھ میں چند مہینے اسٹینو ٹائپسٹ کی ملازمت کی۔چند ماہ بعد ہی واپڈا میں ملازمت کی پیش کش ہوئے۔وہاں چلے گئے اور واپڈا کے ذیلی ادارے نیشنل ٹرانسفارمیشن ڈسپیچ کمپنی (NTDC) کو جوائن کیا۔بعد میں اس ادارے کا نام نیشنل گریڈ کمپنی (NGC) کر دیا گیا۔میرپور خاص، حیدرآباد، جام شورو میں عرصۂ ملازمت گزارا۔وہ پہلے اسٹینو ٹائپسٹ تھے پھر ترقی کرتے ہوئے اسسٹنٹ پرائیوٹ سیکریٹری (APS) سندھ بلوچستان ہو گئے۔اہل خانہ نے برادری میں شادی کی جس سے پانچ بیٹے اور بیٹی ہوئی۔سب سے پہلا بیٹا ارمان اور بیٹی قرۃ العین عرف عینی شیر خوارگی میں انتقال کر گئے۔ان کے بعد فرمان، رومان، شایان اور میزان پیدا ہوئے۔رومان موزوں سخن ہے۔شایان اور میزان دونوں گورنمنٹ اسکول ٹیچر ہیں۔لیاقت کالونی کا آبائی اور گنجان آباد علاقے میں آبائی مکان فروخت کر کے لطیف آباد منتقل ہو گئے۔دل کا عارضہ لاحق تھا۔فالج کا اٹیک ہو چکا تھا۔عمر کے آخری حصے میں برین ٹیومر تشخیص ہوا۔چھے ساتھ ماہ زیرِ علاج رہے لیکن جانبر نہ ہو سکے اور ۳۱ مئی ۲۰۱۸ء جمعرات کی شب انتقال ہوا اور دوسرے روز نمازِ جمعہ کے بعد پرانی رہائش گاہ کے قریب لالو لاشاری کے آبائی قبرستان میں تدفین ہوئی۔

ر۔م رازی ابتدا میں صوفی ازم سے متاثر ہوئے اور صوفی ازم کی جانب راغب کرنے والے شخص کو اپنا پیر و مرشد بنایا اور اسی دور میں ان کے لیے منقبت بھی کہی، لیکن جلد ہی راہ بدل لی اور روشن خیالی اور ترقی پسندی کا راستہ اپنا لیا۔وہ ترقی پسند ادب اور عوامی سیاست کو پسند کرتے تھے۔بائیں بازو سے وابستگان کو منظّم کرنا چاہتے تھے۔اسی لیے اس قسم کی سرگرمیوں کا فعال حصہ تھے۔مزدور کسان پارٹی کے رکن تھے۔انجمن ترقی پسند مصنفین حیدرآباد کے سیکریٹری تھے۔ترقی پسندوں کے لیے شہر اور لطیف آباد بالخصوص بسنت ہال میں منعقدہ نشستوں اور تقریبات میں شرکت کرتے تھے۔

ان کے ایک دوست شاداب مرتضٰی بتاتے ہیں:

> ''ان سے انجمن ترقی پسند مصنفین کے حوالے سے تعلق تھا۔شہر اور لطیف آباد میں نشستوں اور دوستوں کی محفل میں ترقی پسند ادب اور سیاست پر گفتگو رہتی۔وہ مزدور کسان پارٹی کے رکن تھے اور عوامی سیاست پر زور دیتے تھے۔واپڈا یونین میں بھی سرگرم تھے۔نہایت روشن خیال اور ترقی پسند تھے۔ماہِ رمضان میں اپنی بیاض سے کلام سنایا کرتے تھے۔اس کلام میں ایسی موضوعات بھی تھے جو متنازع ہو سکتے ہیں۔گائیکی ان کا خاندانی سلسلہ تھا۔ان کے رشتے داروں میں ایسے لوگ بھی تھے جو ساز بجاتے تھے۔انھیں بھی موسیقی سے بے حد لگاؤ تھا اور خود بھی اچھا گاتے تھے۔ان کے ایک

صاحبزادے میزان کارجحان اسی طرف ہے۔میزان کے لیے چاہتے تھے کہ وہ لاہور جاکر پروڈکشن ہاؤس میں کام کرے۔آخر میں لکھنے کا سلسلہ کم کردیا تھا۔بائیں بازو کو منظم کرنا چاہتے تھے۔''[۳]

اچھے سنگر تھے۔پوپ،کلاسیکی اور ٹھمری لکھتے رہے ہیں۔دھن ترتیب (کمپوز) کے ساتھ تیار کرتے رہے ہیں۔مصور تھے اچھے اسکیچ بناتے تھے۔ان کے حلقہ احباب میں سعید الدین سعید[۴]،پروفیسر شفیق الرحمٰن،ڈاکٹر حسّام السعید،پروفیسر مرزا سلیم بیگ،مومن خان مومن،لیاقت راجپوت،شاداب مرتضٰی وغیرہم ہیں۔مشاعرے پڑھے ہیں۔[۵]
پروفیسر شفیق الرحمٰن کہتے ہیں:

> ''ر۔م رازی اور میرے دادا کی باہمی دوستی منتقل ہوتے ہی ہم دونوں تک پہنچی تھی ایک دوسرے کے گھروں میں آنا جانا تھا اس سے بعض لوگوں کو رشتے دار ہونے کا گمان ہوا۔وہ جب بھی گھر آتا پتھر سے دروازے پر زور زور سے دستک دیتا تھا۔صاحبِ مطالعہ اور بھلا کا ذہین شخص تھا۔پہلے صوفی ازم کا راستہ اختیار کیا۔پھر کمیونزم سے شدید متاثر ہوا لیکن بعد میں شدت کم ہوگئی تھی۔امیر بننے کا خبط تھا۔متعدد کاروبار کیے اور ایک جگہ سرمایہ لگایا لیکن دھوکہ دہی کے سبب سارا سرمایہ ڈوب گیا جس سے ذہنی اور جسمانی صحت متاثر رہنے گی۔''[۶]

تصانیف وکلام

اب تک کوئی مجموعۂ کلام یا تصنیف سامنے نہیں آئی۔بیشتر کلام ان کی بیاض میں موجود تھا بیاض اہل خانہ کے پاس محفوظ ہے۔ان کا کلام مختلف اخبارات ورسائل میں شائع ہوتا ہے۔سہ ماہی ''انشا'' حیدرآباد قابل ذکر ہے۔

بہ طور شاعر

ر۔م رازی کی ادبی شناخت بچوں کے ادیب،نظم نگار اور غزل گو شاعر کی ہے۔مشاعروں میں عام طور پر جانے سے گریز کرتے تھے یہی وجہ شعرا کے ہاں ان کے تعارف میں حائل ہے۔رازؔی تخلص اختیار کرتے تھے لیکن شائع شدہ کلام کے ساتھ کہیں کہیں راضؔی بھی نظر آتا ہے غالب امکان ہے کہ کمپوزنگ کی غلطی ہو۔نمونہ کلام میں جہاں راضؔی لکھا ہے اسے جوں کا توں رکھا ہے۔ان کے متعلق اِن کے گہرے دوست،محلے دار اور اردو کے پروفیسر شفیق الرحمٰن کہتے ہیں:

> ''ر۔م رازی ایک فطری شاعر تھا اور بچپن ہی سے دوستی شاعرانہ ذوق رکھتا تھا۔جب ہم میٹرک میں تھے اس نے ایک غزل کہی تھی جو مجھے اب تک یاد ہے۔ایک دفعہ رازی خالد جہاں گیر کے ساتھ معروف شاعر استاد واجد سعیدی کے پاس گئے اور انھیں اپنا کلام دکھایا جس پر استاد واؔجد سعیدی نے کلام کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اسے سمجھے گا کون؟۔ بنیادی طور پر وہ نظموں کے شاعر تھے۔''[۷]

بعد ازاں اسے ایک صاحب نے انھیں کسی کا شاگرد کہا تو رازؔی نے اس کی تردید کی۔حیدرآباد سندھ کے ایک معروف شاعر اور شعبۂ اردو،جامعۂ سندھ،جام شورو کے سابق استاد پروفیسر ڈاکٹر سید عتیق احمد جیلانی ایم اے اردو میں ان کے استاد رہے ہیں۔بہ قول ڈاکٹر عتیق احمد جیلانی:

> ''ر۔م رازی شعبۂ اردو،جامعۂ سندھ میں ایم اے کے دوران شاگرد رہے ہیں۔''[۸]

ڈاکٹر حسّام السعید خان کہتے ہیں:

> ''رازؔی ایک پیدائشی شاعر تھا جس ماحول میں آنکھ کھولی،اس میں گانا بجانا عام تھا اگرچہ علم عروض کی تعریف سے نابلد تھا لیکن شعری باریکیوں سے بہ خوبی واقف تھا۔ابتدا میں اپنے پیر و مرشد کے لیے منقبتیں کہی ہیں۔چند منقبتیں پڑھ ہیں۔اس نے شاعری میں کسی سے اصلاح لی نہ کسی کو اپنا استاد کہا۔ایک دفعہ خالد جہاں گیر کے ساتھ معروف استاد شاعر واجد سعیدی کے پاس ملاقات کے لیے گئے۔اس نے اپنا کلام استاد واؔجد سعیدی کو دکھایا۔جسے دیکھ کر واؔجد سعیدی نے کہا:''اسے سمجھے گا کون''۔اس کے کلام کا ایک بڑا حصہ اخلاق باختہ ہونے کے سبب ناقابل اشاعت ہے جسے وہ دیگر

شاعروں کی مانند صرف نجی محفلوں میں سناتا تھا۔۹

پروفیسر مرزا سلیم بیگ کہتے ہیں:

”ر۔م رازی شعر کہنے کی مشین تھا۔ بہت زود گو شاعر تھا۔ وہ ڈیڑھ سال تک مجھے دو چار قطعات مسلسل بھیجتا رہا تھا۔ عموماً مشاعروں میں شریک نہیں ہوتا تھا صرف چند مشاعروں میں شرکت کی تھی ایک مشاعرہ اپنے ہاں رکھا تھا۔ اس کا نخش کلام اِس قدر تعداد میں تھا کہ دو مجموعے شائع ہو سکتے تھے۔ بچوں کے ادب کی جانب بھی رجحان تھا بچوں کے لیے نظمیں کہی ہیں۔ اس کے انتقال پر میں نے ایک مضمون لکھا تھا جو روزنامہ ”پاسبان“ حیدرآباد میں شائع ہوا تھا اِس اخبار کی ایک ہی کاپی تھی جو اُس کے بچوں نے لے لی۔“ ۱۰ انٹرویو: پروفیسر مرزا سلیم بیگ، ۲۸ اگست ۲۰۲۵ء۔

رازؔی ایک فکری یعنی نظریاتی شاعر تھا۔ فکر اعلیٰ تھی لیکن عام فہم نہ تھی اس کا طرز فکر روایتی شاعروں سے جدا تھا اس لیے مشاعروں میں شرکت نہیں کرتے تھے۔

نمونۂ کلام

ابھی دانش کدوں میں
گماں شوریدہ سر ہے
ابھی بھی عام رازی
گماں فہم ضرر ہے

۱۱

رازی ہر ایک گام پہ احباب ہی ملے
اس شہرِ ناشناس کو بیٹھا ہوں چھان کے

۱۲

کھٹن رتوں میں جو تم کو راضؔی ذرا بھی پاسِ سخن وری ہے
تو آگہی کے گلاب لے کر اجاڑ ذہنوں میں راہ کرنا

۱۳

بنام خنجر باراں دعائیں دو راضؔی
کھڑے ہیں بھول کے اعدا بھی انتقال الگ

۱۴

ر۔م۔راضی
ہر ایک سے مسکرا کے ملنا سبھی کی باتوں پہ واہ کرنا
ضرورتوں نے سکھادیا ہے قباحتوں میں نبھاہ کرنا

دکھوں کے ایک بے کراں تسلسل نے مجھ کو بے حس بنا دیا ہے
دمِ طلب میرے ہم نشینو! مری طرف مت نگاہ کرنا
ہے جستجو گر دلیلِ الفت تو پھر میں کیسے قبول کرلوں
رفاقتوں کو دوام دے کر رخِ محبت سیاہ کرنا
یہ دورِ ظلمت گراں ہے لوگوں نہ ظلم کو آئینہ دکھاؤ
وگرنہ پیارو پڑے گا خود کو حریفِ سیلِ سپاہ کرنا
یہ کم نصیبوں کی سرزمیں ہے یہیں ہیں دانش کی قتل گاہیں
ہوا بھی کارندۂ اجل ہے خموشیوں میں پناہ کرنا
اگر یہاں خوابِ زندگی کی تلاشِ تعبیر جرم ہے تو
پڑے گا آشفتگانِ الفت کو بار ہا یہ گناہ کرنا
کٹھن رتوں میں جو تم کو راضیؔ ذرا بھی پاسِ سخن وری ہے
تو آگہی کے گلاب لے کر اجاڑ ذہنوں میں راہ کرنا

۱۵

کچھ اس طرح سے لیے زندگی نے کام الگ
رہا ہے اپنے ہی گھر میں مرا قیام الگ
نہ پاس رسم زمانہ، نہ آبرو کا خیال
دل فگار ترے کس قدر نظام الگ
بھگت رہے ہیں سبھی جرم پیروی کی سزا
کھڑے ہیں قافلہ وقت کے امام الگ
پئے نیاز در کشوراں نہ سنگ جنوں
مری جبیں کو جھکانے کے ہیں مقام الگ
بہت سے اور بھی گرچہ ہیں معتبر لیکن
جبین وار پہ لکھے ہیں چند مقام الگ
بنام خنجر باراں دعائیں دو راضیؔ
کھڑے ہیں بھول کے اعدا بھی انتقال الگ

۱۶

کیا بھید میں نے کھول دیے آسمان کے
لالے ہی پڑگئے ہیں مجھے اپنی جان کے
اتنے ہوئے دراز عذابوں کے سلسلے
معنی بدل گئے ہیں جہاں میں اذاں کے
رکھتے ہیں اب زمیں پہ قدم پھونک پھونک کر

داعی تھے جو کل تلک فضا میں اُڑان کے
آئینۂ جمال کی بکھری ہیں کرچیاں
حالات متقضی ہیں نئے امتحان کے
کرتے تھے کل تلک جو مری ذات کا طواف
رستے بھلا چکے ہیں وہ مرے مکان کے
اہل ہنر تو شہر میں ناپید ہوگئے
باقی اگر بچے ہیں تو غازی زبان کے
اے اہلِ بوسنیا جاں کنی میں ہے
مٹنے کو ہے یہ لفظ ورق سے جہان کے
اے دوست تیرا رنجِ تغافل بجا مگر
کچھ رابطے بحال تو ہوں جسم و جان کے
حالات کر رہے ہیں بتدریج معتدل
ورنہ چلے تھے دل میں تو کیا کچھ نہ ٹھان کے
کس کس کو اپنی بستہ لبی کا جواز دوں
کردار کھوگئے ہیں مری داستان کے
رازی ہر ایک گام پہ احباب ہی ملے
اس شہرِ ناشناس کو بیٹھا ہوں چھان کے
۱۷

تمنا مختصر ہے
مراد بال و پر ہے
میں ہوں انجان خود سے
خدائی کی خیر ہے
فقیہان حرم پر
نصیحت بے اثر ہے
مری تیرہ نصیبی
رہین سنگ در ہے
مری سادہ طبیعت
وفا میں بے ہنر ہے
طاب اس بے رخی میں
نہیں ظاہر، مگر ہے
حساب باہمی میں

ہماری ہی کسر ہے
بنائے سر الفت
کچھ سے کچھ ادھر ہے
جہاں میں تیری ہستی
نہاں کیوں ہے اگر ہے
تری فرماں روائی
سمجھ سے بالاتر ہے
حکایت آسماں کی
زمیں پر معتبر ہے

پلٹ کر دیکھنا کیا
اگر لازم سفر ہے
ابھی دانش کدوں میں
گماں شوریدہ سر ہے
ابھی بھی عام رازی
گماں فہم ضرر ہے
۱۸

مرزا سلیم بیگ شعبۂ اردو، جام شورو سے ریٹائرڈ ہیں وسیع المطالعہ ہے اور شعر و ادب پر اچھی نگاہ رکھتے ہیں۔ رازؔی ان کے دوستوں میں شامل تھے۔ مرزا سلیم بیگ کے لیے لکھی نظم اسی دور کی یادگار ہے، ملاحظہ کیجیے:

مرزا سلیم بیگ کے لیے ایک نظم

نجومِ فکر میں روشن تمھارا نام بالائی
نظر آئینۂ وسعت ، لیے احساس گہرائی
تمھارے ہر بیاں میں آگہی کی جلوہ آرائی
حریمِ عالمِ رفتہ ، درِ امکان بینائی
اشد ادب و زبان کو اَب شہادت کی ضرورت ہے بہت مرزا تمھاری آج خدمت کی ضرورت ہے

ولادت، ارتقاً، تاریخ، اردو کی زباں سازی
چمن زارِ ادب میں موسموں کی کارپردازی
حسین باغِ سخن میں لالہ و گُل کی نظر بازی
ولؔی، غالبؔ، نظیرؔ، اقبالؔ، راشدؔ، فیضؔ اور رازؔی
کمالِ صاحبِ علم و لیاقت کی ضرورت ہے بہت مرزا تمھاری آج خدمت کی ضرورت ہے

کہی کے درمیاں کچھ اَن کہی کا راز بھی سن لو
سنا ہے بارہا سب کو مری آواز بھی سن لو
مسخر ہو چکے ، تسخیر کا آغاز بھی سن لو
اب اپنے آپ میں آؤ، اب اپنا ساز بھی سن لو
یقین جانو تمھیں خود سے محبت کی ضرورت ہے بہت مرزا تمھاری آج خدمت کی ضرورت ہے

۱۹

بہ طورِ مترجم

ر۔م رازی کی انگریزی استعداد قابل تعریف تھی پروفیسر شفیق الرحمٰن کہتے ہیں:

''ر۔م رازی کی انگریزی بہت زبردست تھی۔ والد سے لڑائی ہوتی تو انگریزی میں ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔
انگریزی میں ایک دوسرے کو دلائل دیتے تھے۔'' ۲۰

بچوں کے معروف ادیب پروفیسر خلیل جبار کہتے ہیں:

''رازی کو پڑھنے لکھنے کا شوق تھا اسی شوق کی آبیاری کے لیے اس نے انگریزی ادب کا مطالعہ کیا اور ان کی چند ترجمہ شدہ
تحریریں میری نظر سے گزری ہیں۔'' ۲۱

ان کی دستیاب اور ترجمہ شدہ کہانیوں میں ''بھیگی بلی'' اور ''پراسرار گمشدگی'' ہے۔ دونوں کہانیاں ان کے اپنے رسالے ''ون 2'' میں شائع ہوئی ہیں۔ مؤخرالذکر سلسلہ وار کہانی ہے۔ اس کے کرداروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کہانی انگریزی سے ماخوذ ہے۔ اس کہانی میں دو بچے جم اور میری مسٹر باڈٹن نامی شخص کی پُراسرار گمشدگی'' کے پیچھے چھپی کہانی کا پتا لگانے کی جدوجہد پر مشتمل ہے۔ اس کہانی میں جم کے والد مسٹر ویسٹ کے کرداروں کے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی سے ماخوذ ہیں۔ ۲۲

بہ طورمدیر

ر۔م رازی بچپن ہی سے پڑھنے لکھنے کی جانب مائل تھے۔کہانیاں بنانا، سنانا بعدازاں اسے لکھنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ بچوں کے لیے کہانیاں اور نظمیں لکھی ہیں۔ ۲۲بچوں کے لیے ایک رسالہ ماہ نامہ ''ون ۔2'' جولائی ۱۹۹۶ء میں ر۔م۔رازی نے جاری کیا۔۲۳ پھر اس کا نام ''اسکول کلب'' رکھا۔لیاقت راجپوت معاون تھے۔لیکن پہلے ہی شمارے کی اشاعت پر باہمی اختلافات کے سبب لیاقت راجپوت علاحدہ ہوگئے۔رسالے کی کاپیاں میرے پاس ہیں۔صاحب مطالعہ تھا۔انگریزی بہت زبردست تھی۔والد سے لڑائی ہوتی تو دونوں انگریزی میں جھگڑتے تھے۔

اختتام

رضا محمد رازی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہمہ جہت ادبی شخصیت کے مالک تھے۔شاعری حیثیت سے ان کا مختصر سا کلام شائع ہوا ہے اس سے کہیں زیادہ کلام غیر مطبوعہ ہے یا زمانہ برد ہوچکا ہے۔شاعری میں غزل اور نظم دونوں صنف میں طبع آزمائی کی ہے بہ لحاظِ موضوع ترقی پسند شعرا کی مانند موضوعات کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ان کے کلام کا ایک بڑا حصہ فحش گوئی کے سبب صرف محفل دوستاں تک محدود رہا۔نثر نگاروں کے برعکس شعرا کے تذکرے عام طور پر باآسانی مل جاتے ہیں لیکن اُن شعرا کے تذکرے مشکل سے ملتے ہیں جو مشاعروں میں شرکت سے عموماً گریز کرتے تھے۔رازؔی کا شمار بھی ایسے شعرا میں ہوتا ہے،ان کی عدم شرکت کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ جس فکر سے وابستہ تھے اِس فکر میں مذہب بے زاری ہونے کے سبب مشاعروں میں اِس کی گنجائش خال خال نظر آتی ہے۔اِن کی شعرگوئی کے متعلق یہ رائے مستحکم ہے کہ رازی ایک پیدائشی شاعر تھے۔رازؔی بچوں کے ادیب بھی تھے۔بچوں کے ادب میں طبع زاد اور ترجمہ شدہ کہانیاں یادگار ہیں۔ان کی ادارت میں جاری ہونے والا رسالہ بچوں کے ادب کے لیے مختص تھا۔بہ طورِ مدیر رسالے کا مناسب انداز میں ''پیٹ بھرنا'' اولین ذمہ داری تھا اس فریضے کے لیے جہاں انھوں نے تخلیقات کے لیے دعوت دی وہاں خود بھی اپنے قلمی نام او

تخلص سے لکھا ہے اس کے علاوہ قیاس ہے کہ مختلف فرضی ناموں سے لکھا ہوگا۔

~~~~~~~~~~~~~~~

حواشی:

۱۔''شریف منوّر: حیدرآباد کا ایک گمنام شاعر۔ص۸۴تا۱۰۵،ایچ ای سی منظوشدہ ریسرچ جنرل ''ماخذ''،اکتوبر۲۰۲۳ء''۔

۲۔ پروفیسر شفیق الرحمان انٹرویو:۸ مارچ ۲۰۲۵ء۔

۳۔شاداب مرتضیٰ گفتگو بذریعہ ٹیلی فون ۱۲اگست ۲۰۲۵ء۔

۴۔سعیدالدین سعید کراچی کے رہائشی اور آزاد نظم کے بڑے شاعر ہیں ان کا بنیادی تعلق حیدرآباد سندھ سے رہا ہے۔ر۔م رازی کا اِن سے رابطہ آخری عمر میں رہا ہے۔

۵۔شایان رضا انٹرویو:۱۲اگست ۲۰۲۵ء۔

۶۔ پروفیسر شفیق الرحمٰن، پرنسپل گورنمنٹ بوائز کالج ٹھٹھہ،۱۶اگست ۲۰۲۵ء۔

۷۔ایضاً۔

۸۔ پروفیسر ڈاکٹر سید عتیق احمد جیلانی،۱۸اگست ۲۰۲۵ء۔

۹۔انٹرویو: ڈاکٹر حشام السعید خان۔۷اگست ۲۰۲۵ء۔

۱۰۔انٹرویو: پروفیسر مرزا سلیم بیگ،۲۸اگست ۲۰۲۵ء۔

۱۱۔غزل شمارہ نمبر ۱۱،۱۰،جنوری تا جون ۱۹۹۴ء۔ص۲۱۴،سہ ماہی ''انشا'' حیدرآباد۔

۱۲۔غزل شمارہ نمبر ۹،۸،جولائی تا دسمبر ۱۹۹۹ء۔ص۱۰۷،ایضاً۔

۱۳۔غزل کتابی سلسلہ نمبر۵،اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۴ء۔ص۸۱،ایضاً۔

۱۴۔غزل کتابی سلسلہ نمبر۲،جنوری تا مارچ ۱۹۹۵ء۔ص۱۰۵،ایضاً۔

۱۵۔غزل کتابی سلسلہ نمبر۵،اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۴ء۔ص۸۱،ایضاً۔

۱۶۔غزل کتابی سلسلہ نمبر۲،جنوری تا مارچ ۱۹۹۵ء۔ص۱۰۵،ایضاً۔

۱۷۔غزل شمارہ نمبر ۹،۸،جولائی تا دسمبر ۱۹۹۹ء۔ص۱۰۷،ایضاً۔
~~~~~~~~~~~~~~~

۱۷۔غزل شمارہ نمبر۹،۸، جولائی تا دسمبر ۱۹۹۹ء۔ص ۱۰۷، ایضاً۔

۱۸۔غزل شمارہ نمبر۱۱،۱۰، جنوری تا جون ۱۹۹۴ء۔ص ۲۱۴، ایضاً۔

۱۹۔''مرزا سلیم بیگ کے لیے ایک نظم''موصول شدہ بہ ذریعہ پروفیسر مرزا سلیم بیگ۔

۲۰۔پروفیسر شفیق الرحمان انٹرویو:۸ مارچ ۲۰۲۵ء۔

۲۱۔گفتگو پروفیسر خلیل جبار:۱۲ اگست ۲۰۲۵ء۔

۲۲۔ص ۶۰، ۶۱ ماہ نامہ''ون 2''ستمبر/نومبر ۱۹۹۶ء، حیدرآباد۔

۲۳۔ص ۱۴۲، اعظم طارق کوہستانی، ماہنامہ اخبار اردو، اسلام آباد، اگست/ستمبر ۲۰۲۲ء۔

SCRR